پاکستان کا انتظامی ڈھانچہ

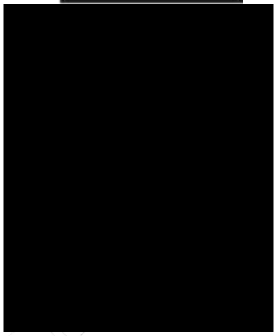

اور اچھی حکمرانی کا تصور

پڑھیں

پاکستان کے موجودہ انتظامی ڈھانچے کی بنیاد 1973ء کے آئین پر رکھی گئی ہے۔ اس آئین کے تحت پاکستان کو ایک ایسی جمہوریہ قرار دیا گیا ہے۔ جس کا سرکاری مذہب اسلام ہے۔ آئین میں کہا گیا ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان ایک وفاقی مملکت ہے۔ جو مندرجہ ذیل چار قسم کے علاقوں پر مشتمل ہے:

1۔ چاروں صوبے، پنجاب، سندھ، خیبر پختونخواہ، بلوچستان۔

2۔ وفاقی دارالحکومت (اسلام آباد) اور اس سے ملحقہ علاقے۔

3۔ صوبہ خیبر پختونخواہ

4۔ بلوچستان اور سے ملحقہ قبائلی علاقے۔

پاکستان میں کل پانچ حکومتیں کام کرتی ہیں۔ ایک مرکزی حکومت جسے وفاقی حکومت بھی کہا جاتا ہے اور چار صوبائی حکومتیں۔ ہر وفاقی نظام کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ اس کے آئین میں وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم کو واضح کر دیا جائے۔ پاکستان کے آئین میں وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم دو فہرستوں کے ذریعے کی گئی۔

الف۔ **وفاقی قانون سازی کی فہرست:** اس میں وہ معاملات درج ہیں جن کے بارے میں قانون صرف پاکستان کی پارلیمنٹ بنا سکتی ہے۔ اس فہرست میں درج اہم معاملات یہ ہیں۔ افواجِ پاکستان، معاہدات، بینکنگ، کرنسی، زرمبادلہ، جوہری توانائی، قومی منصوبہ بندی شہریت امورِ خارجہ اور مواصلات وغیرہ۔

ب۔ **امورِ متصلہ کی فہرست:** اس فہرست میں درج معاملات پر صوبائی اسمبلیوں اور قومی پارلیمنٹ دونوں کو قانون بنانے کا اختیار ہے۔ اس فہرست میں درج معاملات یہ ہیں صحت، تعلیم، فوجداری اور دیوانی قانون، اسلحہ، فیملی پلاننگ، بجلی، آبپاشی، اخبارات، زکوۃ، سیاحت، آثارِ قدیمہ وغیرہ

ج۔ ایسے معاملات جو دونوں میں سے کسی فہرست میں درج نہیں ان کو غیر متذکرہ امور کہا جاتا ہے ان پر قانون سازی کا اختیار بھی صوبائی اسمبلیوں کو دیا گیا ہے۔

وفاقی حکومت کے ادارے اور ان کے وظائف :۔

حکومت تین اہم شعبوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت کے تینوں اہم شعبوں کی ساخت حسب ذیل ہے :

1۔ مقننہ :۔

یعنی قانون بنانے والا ادارہ۔ پاکستان کی وفاقی حکومت میں قانون ساز ادارے کو "پارلیمنٹ" کا نام دیا گیا ہے پارلیمنٹ دو ایوانوں یعنی قومی اسمبلی اور سینیٹ پر مشتمل ہے۔

پاکستان میں وفاقی حکومت کا بنایا ہوا ہر قانون ملک میں نافذ ہونے سے پہلے چار بنیادی مراحل سے گزرتا ہے۔

i۔ مسودہ کی تیاری :۔

وفاقی حکومت جو قانون نافذ کرنا چاہتی ہے اس کا ایک ڈرافٹ ماہرین سے تیار کرایا جاتا ہے۔ اس ڈرافٹ کو مسودہ قانون یا بل (Bill) کہا جاتا ہے۔ اسمبلی کے ممبران ذاتی طور پر بھی مسوداتِ قانون مرتب کر کے اسمبلی میں پیش کر سکتے ہیں۔

ii۔ مسودہ قانون کو تیاری کے بعد ایوانِ زیریں یعنی قومی اسمبلی کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ قومی اسمبلی میں اس پر کئی مراحل میں بحث ہوتی ہے اگر قومی اسمبلی کے ارکان بل کو اصل یا ترمیم شدہ حالت میں منظور کر لیں تو اس کو ایوان بالا میں بھیج دیا جاتا ہے۔ مسودہ کی منظوری کے لیے قومی اسمبلی کے 3/4 حاضر ارکان کی تائید ضروری ہوتی ہے۔

iii۔ ایوان بالا یعنی سینٹ میں مسودہ پر دوبارہ بحث ہوتی ہے۔ بحث کے بعد سینٹ اس کو مسترد کر دیتی ہے یا ترمیم شدہ حالت میں یا ترمیم کے بغیر منظور کر لیتی ہے۔ دونوں ایوانوں سے منظوری کے بعد وہ بل قانون کا حصہ بن جاتا ہے۔

iv۔ پارلیمنٹ (یعنی قومی اسمبلی اور سینٹ) کا منظور کیا ہوا مسودہ قانون حتمی منظوری کے لیے صدر پاکستان کے پاس بھیجا جاتا ہے۔ صدر کے دستخط کے بعد مسودہ قانون یعنی بل، قانون بن کر قانون کی کتاب کا حصہ بن جاتا ہے۔ صدر پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے کسی مسودہ قانون کو مسترد نہیں کر سکتا۔ مالیاتی مسوداتِ قانون کے علاوہ تمام مسودات قانون (Bills) منظوری کے لیے قومی اسمبلی سے پہلے سینٹ میں بھی پیش کیے جا سکتے ہیں اور بعد میں قومی اسمبلی میں بھیجے جا سکتے ہیں لیکن زیادہ تر مسودات پہلے قومی اسمبلی میں ہی پیش ہوتے ہیں۔

قومی اسمبلی :۔

پاکستان کی پارلیمنٹ کا ایوانِ زیریں یعنی قومی اسمبلی 342 ارکان پر مشتمل ہے۔ قومی اسمبلی کے لیے ملک کو آبادی کے لحاظ سے قریب قریب مساوی حلقوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ہر حلقے سے ووٹرز عام بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ایک ایک ممبر کا انتخاب کرتے ہیں۔ اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے شہری اپنے اپنے نمائندوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ ہر صوبے کے ارکان قومی اسمبلی اپنے اپنے صوبے کے لیے خواتین کی مخصوص نشستوں پر انتخاب کرتے ہیں۔

پاکستان کاہر وہ شہری جس کی عمر کم از کم 25 سال ہو قومی اسمبلی کے انتخاب میں امیدوار بن سکتا ہے۔

قومی اسمبلی کے اجلاس کی صدارت کرنے والے عہدہ دار کو سپیکر کہتے ہیں۔اس کی معاونت کے لیے ایک ڈپٹی سپیکر کا انتخاب بھی کیا جاتا ہے۔ قومی اسمبلی کے ارکان اپنے درمیان سے وزیر اعظم کا انتخاب کرتے ہیں۔وزیر اعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان کا سب سے بااختیار عہدہ ہے، وہ ملکی انتظامیہ کا سربراہ ہوتا ہے اور قومی اسمبلی میں اکثریتی پارٹی کے قائد کی حیثیت رکھتا ہے۔ صدر اس کے مشورے کو ماننے کا پابند ہوتا ہے۔

قومی اسمبلی کا انتخاب 5 سال کے لیے عمل میں آتا ہے لیکن صدر وزیر اعظم کے مشورے سے قومی اسمبلی توڑ سکتا ہے۔اس صورت میں وہ 90 دن کے اندر اندر نئے انتخابات کرانے کا پابند ہوتا ہے۔

قومی اسمبلی کے اختیارات بہت وسیع ہیں، قانون سازی میں اس کو مرکزی کردار حاصل ہے۔

قومی اسمبلی ملکی مالیات کو مکمل طور پر کنٹرول کرتی ہے ملک میں کوئی ٹیکس قومی اسمبلی کی منظوری کے بغیر نہیں لگایا جاسکتا۔کابینہ کا ہر وزیر ایک انتظامی محکمے کا سربراہ ہوتا ہے۔ تین چوتھائی وزراء قومی اسمبلی کے ممبر ہوتے ہیں۔ ملکی انتظامیہ کے سربراہ یعنی وزیر اعظم کا انتخاب بھی قومی اسمبلی کرتی ہے اس طرح قومی اسمبلی کو انتظامیہ پر مکمل کنٹرول حاصل ہے۔

سینیٹ:۔

پارلیمنٹ کا ایوان بالا یعنی سینیٹ عوام کا نمائندہ ایوان نہیں بلکہ صوبوں کا نمائندہ ایوان ہے۔ سینیٹ میں چھوٹے بڑے تمام صوبوں کی نمائندگی برابر ہے۔ ہر صوبے سے سینیٹ کے ارکان کا انتخاب متعلقہ صوبے کی صوبائی اسمبلی کرتی ہے۔ سینیٹ کا رکن بننے کے لیے ضروری ہے کہ امیدوار کی عمر کم از کم 30 سال ہو اور وہ اس صوبے کا رجسٹرڈ ووٹر ہو جس سے وہ سینیٹ کا ممبر منتخب ہونا چاہتا ہے۔ سینیٹ کے ارکان سینیٹر کہلاتے ہیں اور سینیٹ کے اجلاس کی صدارت کرنے والے عہدے دار کو چیئرمین کہتے ہیں ان کی معاونت کے لیے ایک ڈپٹی چیئرمین کا انتخاب بھی عمل میں آتا ہے۔

سینیٹ ایک مستقل ایوان ہے اسے پورے طور پر کبھی بھی برخاست نہیں کیا جاسکتا سینیٹ کے نصف ارکان ہر تین سال بعد ریٹائر ہوتے ہیں۔

ملک میں کوئی قانون سینیٹ کی منظوری کے بغیر نافذ نہیں کیا جاسکتا۔ قانون سازی کے تمام معاملات میں سینٹ کو قومی اسمبلی کے برابر اختیارات حاصل ہیں تاہم مالی معاملات میں قومی اسمبلی کے اختیارات سینیٹ سے زیادہ ہیں۔ صدر مملکت کی عدم موجودگی میں سینیٹ کا چیئرمین قائم مقام صدر کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔

وفاقی انتظامیہ /وزیر اعظم:۔

حکومتی شعبوں کے باہمی تعلق کی نوعیت کے لحاظ سے دنیا بھر میں جمہوری نظاموں کی دو بڑی اقسام ہیں، پارلیمانی اور صدارتی۔ پارلیمانی نظام برطانیہ اور بھارت وغیرہ میں رائج ہیں اور صدارتی نظام کی سب سے بڑی مثال ریاست ہائے متحدہ امریکہ ہے۔ پاکستان کا نظام حکومت بھی پارلیمانی نوعیت کا ہے۔ پارلیمانی نظام میں مقننہ کو انتظامیہ پر بالادستی حاصل ہوتی ہے۔ پاکستان میں بھی قانون ساز ادارہ یعنی پارلیمنٹ ہی انتظامیہ کی تخلیق کرتا ہے۔ قومی اسمبلی ملکی انتظامیہ کے سربراہ یعنی وزیر اعظم کا انتخاب کرتی ہے۔ وزیر اعظم اپنی کابینہ کے تین چوتھائی وزیر قومی اسمبلی کے ارکان میں سے اور کم از کم ایک چوتھائی سینیٹ کے ارکان میں سے منتخب

کرتا ہے۔ ہر وزیر ایک انتظامی محکمے کا سربراہ ہوتا ہے۔ آئینی طور پر ملکی انتظامیہ کے سربراہ کا منصب وزیراعظم کو حاصل ہے، صدر مملکت کا عہدہ اگرچہ وزیراعظم سے زیادہ باوقار ہے لیکن زیادہ اختیار نہیں ہے۔ صدر کے ہر اہم فیصلے پر وزیراعظم کی توثیقی دستخط ہونا ضروری ہیں۔

قومی اسمبلی حکومت کے خلاف عدم اعتماد کی قرار داد منظور کر کے وزیراعظم اور اس کی کابینہ کو مستعفی ہونے پر مجبور کر سکتی ہے۔

صدر:۔

صدر پروٹوکول کے اعتبار سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کی وفاقی حکومت کا سب سے بلند منصب ہے لیکن آئینی طور پر صدر وزیراعظم کے مشورے کا پابند ہے۔ صدر مملکت کا انتخاب پارلیمنٹ کے دونوں ایوان (قومی اسمبلی اور سینیٹ) نیز چاروں صوبائی اسمبلیوں کے ارکان مل کر کرتے ہیں۔ پارلیمنٹ سنگین بدعنوانی یا ذہنی جسمانی نااہلیت کی بناء پر صدر کو مواخذہ کے ذریعے اس کے عہدے سے برطرف کر سکتی ہے۔

ہر وہ شخص جو مسلمان ہو، قومی اسمبلی کا رکن بننے کی اہلیت رکھتا ہو اور اس کی عمر 45 سال سے کم نہ ہو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے عہدہ صدارت کا امیدوار بن سکتا ہے۔

وزیراعظم کے مشورے سے صدر کسی صوبے میں ہنگامی حالات نافذ کر سکتا ہے اور اس صوبے کی صوبائی اسمبلی کو معطل کر سکتا ہے، اسے سپریم کورٹ اور چاروں ہائی کورٹس کے تمام ججوں کے تقرر کے اختیارات حاصل ہیں۔ علاوہ ازیں صدر اٹارنی جنرل، چاروں صوبوں کے گورنرز، اسلامی نظریاتی کونسل کے ارکان، تینوں مسلح افواج کے سربراہوں نیز متعدد دیگر اہم عہدے داروں کے تقرر پر بھی صدر کے دستخط ہوتے ہیں۔

جب قومی اسمبلی کا اجلاس نہ ہو رہا ہو تو صدر فوری ضرورت کے پیش نظر وزیراعظم کے مشورے سے حکم نامے (Ordinance) جاری کر سکتا ہے۔ چار ماہ کی مدت تک حکم ناموں کو پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے قوانین جیسا درجہ حاصل ہوتا ہے تاہم پارلیمنٹ کو اختیار حاصل ہے کہ وہ ان کو باقاعدہ قانون کی حیثیت سے منظور کر لے یا منسوخ کر دے۔ صدر کو قومی اہمیت کے کسی مسئلے پر ریفرنڈم کرانے کا اختیار بھی حاصل ہے۔

وفاقی عدلیہ: سپریم کورٹ

1973ء کے آئین کے تحت ملک میں سپریم کورٹ کے نام سے ایک اعلیٰ عدالت قائم کی گئی ہے جس کا دائرۂ اختیار اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حدود میں واقع تمام افراد اور اداروں تک وسیع ہے۔ سپریم کورٹ، ایک چیف جسٹس اور چند ججوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ چیف جسٹس کا تقرر صدر مملکت کرتا ہے باقی ججوں کا تقرر صدرِ مملکت چیف جسٹس کے مشورے سے کرتا ہے۔ سپریم کورٹ کے ججوں کو اپنے عہدے کا مکمل تحفظ حاصل ہے۔ اعلیٰ عدالتی کونسل کسی سنگین بدعنوانی یا دماغی یا جسمانی نااہلیت کی بنا پر کسی جج کی برطرفی کی سفارش کر سکتی ہے۔ برطرفی کا حکم صدر جاری کرتا ہے۔ لیکن وہ اعلیٰ عدالتی کونسل کی سفارش کے بغیر کسی جج کو برطرف نہیں کر سکتا۔

صوبائی حکومتیں اور ان کے اختیارات و وظائف:۔

جیسا کہ ہم نے اس باب کے آغاز میں پڑھا، پاکستان میں ایک وفاقی حکومت کے علاوہ چاروں صوبوں میں بھی ایک ایک حکومت قائم ہے۔ ان حکومتوں کی ساخت ایک جیسی ہے البتہ صرف صوبوں کے سائز کے فرق کی وجہ اسمبلیوں کی نشستوں اور ہائی کورٹ کے ججوں کی تعداد میں نمایاں فرق موجود ہے۔ ہم ان حکومتوں کی ساخت کا شعبہ وار الگ الگ جائزہ لیں گے۔

مقننہ:۔

ہر صوبے میں ہر صوبائی اسمبلی کو چھوٹے درجے میں وہی حیثیت حاصل ہے جو وفاقی سطح پر پارلیمنٹ کو حاصل ہے۔ صوبائی اسمبلیاں آئین میں دی گئی متصلہ اور غیر متذکرہ امور کی فہرستوں میں درج تمام معاملات پر قانون سازی کر سکتی ہیں۔ ہر صوبے کو صوبائی اسمبلی کے ارکان کی تعداد کے مطابق حلقوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ ہر حلقے سے ووٹرز عام بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ایک ممبر کا انتخاب کرتے ہیں۔ صوبائی انتظامیہ کا سربراہ وزیر اعلیٰ کہلاتا ہے۔ وزیر اعلیٰ کا انتخاب صوبائی اسمبلی کے ارکان کی قطعی اکثریت سے عمل میں آتا ہے۔ وزیر اعلیٰ مختلف صوبائی محکموں کا انتظام چلانے کے لیے صوبائی اسمبلی کے ارکان میں سے اپنے وزراء کا انتخاب کرتا ہے۔ وزیر اعلیٰ اپنے وزراء سمیت صوبائی اسمبلی کے سامنے جوابدہ ہے۔ صوبائی اسمبلی وزیر اعلیٰ اور اس کی کابینہ کے خلاف عدم اعتماد کی قرار داد منظور کر کے حکومت کو مستعفی ہونے پر مجبور کر سکتی ہے۔

انتظامیہ: وزیر اعلیٰ اور گورنر

صوبائی انتظامیہ کا سربراہ وزیر اعلیٰ کہلاتا ہے۔ وزیر اعلیٰ کی صوبے میں وہی حیثیت ہے جو وفاق میں وزیر اعظم کی ہے۔ وزیر اعلیٰ کابینہ کی مدد سے صوبائی حکومت کا انتظام چلاتا ہے۔ ہر صوبے کا آئینی سربراہ گورنر کہلاتا ہے۔ ہر صوبے میں گورنر کو وہی حیثیت حاصل ہے جو وفاق میں صدرِ مملکت کو حاصل ہے۔ چاروں صوبوں کے گورنروں کا تقرر صدرِ مملکت کرتا ہے۔ آئین صدر کو اس بات کا پابند بناتا ہے کہ وہ گورنروں کا تقرر کرتے وقت وزیر اعظم سے مشورہ لے۔ گورنر صوبے میں وفاقی حکومت کے نمائندہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ صدر وجہ بتائے بغیر گورنر کو اس کے عہدے سے برطرف کر سکتا ہے۔ صوبائی اسمبلی کا منظور کیا ہوا مسودہ قانون گورنر کے دستخط کے بعد ہی قانون کی کتاب کا حصہ بنتا ہے۔ البتہ گورنر کو صوبائی اسمبلی کے منظور کئے ہوئے کسی مسودۂ قانون کو مطلقاً مسترد کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ صدر کی طرح عبوری مدت کے لیے گورنر بھی آرڈی ننس جاری کر سکتا ہے تاہم اس کا دائرہ اختیار صوبے کی حدود تک محدود ہو گا۔ صوبائی اسمبلی آرڈی ننس کو منظور کر کے قانونی حیثیت دے سکتی یا مسترد کر سکتی ہے۔

صوبائی عدلیہ: ہائی کورٹ:۔

آئین کے تحت اسلامی جمہوریہ پاکستان کے چاروں صوبوں میں ایک ایک ہائی کورٹ قائم کی گئی ہے جو سپریم کورٹ کی نگرانی میں کام کرتی ہے۔ ہر ہائی کورٹ ایک چیف جسٹس اور چند ججوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ہائی کورٹس کو مقدمات کی ابتدائی سماعت، اپیل سننے اور اور توہین عدالت کے مقدمات کی سماعت کے علاوہ اپنے صوبے کے گورنر اور صوبائی حکومت کو قانونی مشورہ دینے کے اختیارات بھی حاصل ہیں۔ ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی جا سکتی ہے۔

ڈیوولیوشن پروگرام کے تحت قائم شدہ مقامی حکومتیں

چیف آف آرمی اسٹاف جنرل پرویز مشرف 12 اکتوبر 1999ء کو سیاسی حکومت کو برطرف کر کے برسرِ اقتدار آئے اور چیف ایگزیکٹو کی حیثیت سے ملک کا اقتدار سنبھال لیا۔ جنرل پرویز مشرف نے سن 2001ء ملک میں Devolution of Powers and Responsibility Plan کے نام سے مقامی حکومت کا ایک نیا نظام متعارف کرایا۔ اس کی بنیادی روح جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اختیارات اور ذمہ داریوں کو معاشرے کی سب سے نچلی سطح Grass-Root Level تک پہنچانا اور عوام کو امور حکومت میں شریک کرنا ہے۔

ڈیولیوشن پلان مقامی حکومت کے ایک چار درجاتی نظام پر مشتمل ہے۔ چار درجات حسب ذیل ہیں:

1۔	یونین کونسل	2۔	سٹی ڈسٹرکٹ
3۔	تحصیل کونسل	4۔	ضلع کونسل

یونین کونسل:۔

یونین کونسل کا انتخاب ایک آدمی ایک ووٹ کی بنیاد پر براہ راست انتخاب کے ذریعے تین سال کی مدت کے لیے عمل میں آئے گا۔ یونین کونسلوں کی حد بندی کرتے ہوئے کوشش کی جائے گی کہ ان کی آبادی قریب قریب برابر ہو۔ یہ یونین کونسل 21 منتخب ارکان پر مشتمل ہو گی جن کو درج ذیل تقسیم کے مطابق منتخب کیا جائے گا۔

ناظم	1
نائب ناظم	1
مسلم (مرد) ارکان	8
مسلم (خواتین) ارکان	4
مزدور کسان (مرد) ارکان	4
مزدور کسان (خواتین) ارکان	2
اقلیتی رکن	1
میزان =	21

اگر کسی یونین کونسل میں اقلیتوں کی تعداد 10 فیصد بڑھ جائے تو صوبائی حکومت نشستوں کی تقسیم کے فارمولے پر نظر ثانی کرے گی۔

اختیارات و وظائف:۔

یونین کونسل کے فرائض مندرجہ ذیل ہوں گے۔

1۔ مقامی سطح پر ترقیاتی کاموں کی نگرانی اور بجاآوری۔

2۔ فنڈز اکٹھا کرنے کے لیے ٹیکس لگانا۔

3۔ سالانہ ترقیاتی پروگرام تیار کرنا اور ان کو اپنی قلمرو میں روبہ عمل میں لانا۔

4۔ دیوانی، فوجداری اور خاندانی تنازعات کے حل کے لیے مصالحتی ادارے کی حیثیت سے کام کرنا۔

تحصیل کونسل:۔

تحصیل کونسل میں براہ راست منتخب شدہ ناظم، ایک نائب ناظم اور تحصیل کی تمام یونینوں کے نائب ناظمین شامل ہوں گے۔

تحصیل انتظامیہ:۔

تحصیل ناظم تحصیل گورنمنٹ کا سربراہ ہوگا۔ تحصیل میونسپل آفیسر (TMO) تحصیل انتظامیہ میں رابطہ کار کے فرائض انجام دے گا۔ چار تحصیل آفیسر (TO)، مالیات، بجٹ، زمین کے استعمال، کنٹرول اور شہری دیہی منصوبہ بندی کے مسائل TMO کو رپوٹ دیں گے۔ اور اس کے فرائض کی بجاآوری میں معاونت کریں گے۔

وظائف:۔

1۔ تحصیل کی حدود میں میونسپل سروسز کی فراہمی۔

2۔ ضلعی حکومت کے عہدیداروں کے درمیان ارتباط اور ان کے کام کی نگرانی۔

3۔ تحصیل کے تمام دیہات میں زمین کے کنٹرول اور ماسٹر پلاننگ کے ذریعے ترقیاتی کام۔

4۔ شہری علاقوں کی توسیع اور دیہی علاقوں کے شہروں میں تبدیل ہونے عمل کو روکنا۔

5۔ کسی تحصیل علاقے کے شہری علاقے میں تبدیل ہونے کی صورت میں اس کا درجہ بڑھا کر اسے سٹی ڈسٹرکٹ بنانا اور سٹی ڈسٹرکٹ کو آبادی کی بنیاد پر متعدد ٹاؤنز میں تبدیل کرنا۔

ضلع کونسل (ضلعی حکومت):۔

ضلعی حکومت میں ضلع ناظم، ضلع نائب ناظم اور ضلع کونسل کے ارکان شامل ہیں۔

ضلع ناظم ضلع کونسل کا ممبر نہیں ہوگا، تاہم نائب ناظم ضلع کونسل کا سپیکر ہوگا۔ ضلع ناظم ضلعی انتظامیہ کا سربراہ ہوگا۔ پولیس اس کے سامنے جوابدہ ہوگی اور وہی اسے کنٹرول کرے گا۔ اس نظام کا مقصد بیوروکریسی کو عوامی نمائندوں کے تابع بنانا ہے۔

انتخابات:۔

تمام یونین ناظمین ضلع کونسل میں اپنی اپنی یونین کونسلوں کی نمائندگی کریں گے۔ وہ ضلع کونسل کے مستقل رکن ہوں گے۔ ضلع کونسل کی عام نشستیں ضلع کی یونین کونسلوں کی تعداد کے مساوی ہوگی۔ یونین کونسلر محفوظ نشستوں کے لیے ممبران کا انتخاب کریں گے۔ محفوظ نشستوں کی تقسیم کا فارمولا حسب ذیل ہے:

خواتین	33 فیصد
مزدور کسان	5 فیصد
اقلیتیں	5 فیصد

ضلع ناظم اور نائب ناظم کا انتخاب مشترکہ امیدواروں کے طور پر عمل میں آئے گا۔ ان کو ضلع کے یونین کونسلر منتخب کریں گے۔ امیدوار کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ کم از کم میٹرک پاس ہو۔

ضلع ناظم:

ڈیوولیوشن پلان کے تحت ضلع ناظم کا عہدہ ایک بہت ہی بااختیار اور باوقار سیاسی اور انتظامی عہدہ بن کر سامنے آیا ہے۔ صوبے کی ثقافتی اور اقتصادی سرگرمیوں کے محور اور مرکز کی حیثیت سے اسے ضلعی انتظامیہ کو کنٹرول کرنے کے مکمل اختیارات حاصل ہیں۔ ضلع کا سالانہ بجٹ اس کی رہنمائی میں تیار ہوتا ہے۔ ضلع میں تمام ترقیاتی پروگراموں کی تیاری اور ان پر عمل درآمد کی نگرانی وہی کرتا ہے تاہم ضلع ناظم ضلع کونسل کا ممبر نہیں ہوتا۔

ضلع نائب ناظم:۔

ضلع نائب ناظم ضلع کونسل کا سپیکر ہوتا ہے اور ضلع کونسل اور ضلع ناظم کے درمیان رابطہ کار کے فرائض انجام دیتا ہے۔ ضلع ناظم کی غیر موجودگی میں نائب ناظم اس کے قائم مقام کی ذمہ داریاں نبھاتا ہے۔

ضلع کونسل اور ضلع ناظم کے وظائف

متعلقہ قانون سازی:۔

ٹیکس کے نظام کو چلانا اور اس میں ردوبدل کرنا، نئے ٹیکس عائد کرنا۔

مقامی حکومت کے ماتحت اداروں کے لیے قوانین وضوابط وضع کرنا۔ (صوبائی اسمبلی ضلع کونسل کے بنائے ہوئے کسی ضابطے یا قانون کو منسوخ کرنے کا اختیار حاصل ہے، وہ اس کے کسی بھی حکم کو کالعدم کر سکتی ہے)۔

انتظامیہ:۔

- ❖ ضلع ناظم ضلعی پولیس اور ضلعی انتظامیہ کا انتظامی سربراہ ہوگا۔ اور یہ ادارے اس کی مرضی کے مطابق کام کرنے کے پابند ہونگے۔
- ❖ ضلع کونسل ضلعی انتظامیہ کی کارگزاری کا جائزہ لینے کے لیے متعدد کمیٹیاں قائم کرے گی۔
- ❖ تمام ڈویژن توڑ دیئے گئے ہیں اور ضلع کو ہی اصل انتظامی اکائی قرار دیا گیا۔

سٹی ڈسٹرکٹ:۔

اگر ایک تحصیل کا حلقہ آبادی میں اضافے کے باعث دیہی علاقے سے شہری علاقے میں بدل جائے اور اس وجہ سے اس کے لیے اپنے فرائض کی انجام دہی ممکن نہ رہے تو اس کا درجہ بڑھا کر اسے سٹی ڈسٹرکٹ بنا دیا جائے گا۔ سٹی ڈسٹرکٹ کو متعدد ٹاؤنز میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ یہ تقسیم آبادی کی بنیاد پر ہوگی۔

ضلعی پولیس:۔

ڈیولیوشن یعنی اختیارات کی نچلی سطح تک منتقلی کے تصور کے تحت امن عامہ صوبائی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ صوبائی حکومت ضلع میں امن و امان کے قیام کے لیے پولیس فورس مہیا کرے گی۔ لیکن یہ پولیس فورس ضلعی حکومت کی نگرانی میں کام کرے گی۔ پولیس افسران کے تقرر اور برطرفی کے سلسلے میں ضلعی انتظامیہ کو وسیع اختیارات تفویض کئے گئے ہیں۔ پولیس کی نگرانی کے لیے فعال اور بااختیار شہری کمیٹیاں تشکیل دینے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

ضلعی عدالتی نظام:۔

ڈیولیشن پلان 2001 میں عدل کے مندرجہ ذیل نئے تصورات واہداف کی نشاندہی کی گئی ہے:

- ❖ فوری انصاف۔
- ❖ گھر کے دروازے پر انصاف
- ❖ مقدمہ بازی شروع ہونے سے پہلے اس کے اسباب کا خاتمہ
- ❖ عدلیہ کی مرکزیت کا خاتمہ
- ❖ تحصیل کی سطح پر معمولی معاملات نمٹانے والی عدالتوں کا قیام اور عدالتی نظام کا عمودی کی بجائے افقی پھیلاؤ۔
- ❖ عورتوں کے لیے خصوصی عدالتوں کا قیام

سٹیزن کمیونٹی بورڈ:۔

انتہائی نچلی سطح پر عوام کی امور حکومت میں شمولیت کو ممکن بنانے کے لیے سٹیزن کمیونٹی بورڈز کا تصور دیا گیا ہے۔ یہ بورڈز گورنمنٹ کے ہسپتالوں، بنیادی مراکز صحت نیز تعلیمی اور دیگر عوامی فلاح کے اداروں کے معاملات کو چلائیں گے۔

خواندگی اور انفرامیشن ٹیکنالوجی:۔

ڈیوولیوشن پلان 2001ء میں کمپیوٹر کی تعلیم کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے۔ ضلعی حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ خواندگی اور انفرامیشن ٹیکنالوجی کے فروغ کے لیے کام کرے۔

پبلک سروسز کی تنظیم نو:۔

ڈویژنل کمشنر (جسے پہلے کمشنر کہا جاتا تھا) کا عہدہ اب ختم کر دیا گیا ہے۔

- ❖ ڈپٹی کمشنر کے عہدے کی جگہ ڈی سی او (ڈسٹرکٹ کوآرڈی نیشن آفیسر) کا عہدہ تخلیق کیا گیا ہے۔ ضلعی حکومت کے ہر محکمے کا سربراہ ایک ایگزیکٹو آفیسر ہوگا۔ ان محکموں کی تعداد 12 سے نہیں بڑھنی چاہیے۔

- ❖ مال اور مجسٹریسی کے محکمے ایک دوسرے سے الگ کر دیئے گئے ہیں ان کے سربراہ دو الگ الگ ایگزیکٹو آفیسر ہوں گے (برطانوی نظام میں جو اب تک پاکستان میں رائج تھا ڈپٹی کمشنر بیک وقت ڈی ایم یعنی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور ریونیو کلکٹر ہوتا تھا)۔
- ❖ صوبائی حکومت افسران کا ایک پینل ضلع ناظم کے سامنے پیش کرے گی اور وہ اس پینل میں سے ڈی سی او، ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر اور دیگر ایگزیکٹو افسران کا انتخاب کرے گا۔

ضلعی محتسب:۔

ضلعی سطح پر محتسب کا محکمہ تخلیق کیا گیا ہے۔ محتسب کا فرض ہو گا کہ وہ عوامی شکایات کا ازالہ کرے۔

اچھی حکمرانی کا اسلامی تصور

ایک اسلامی ریاست میں شہری اور ریاست کے درمیان تعلقات کو اس نہج پر استوار کیا جاتا ہے کہ نہ تو فرد کی شخصیت دباؤ کا شکار ہو کر مسخ ہو جائے اور نہ حکومت اتنی بے لگام ہو جائے کہ وہ آمریت کی راہ پر چل پڑے۔ اسلام ایک ایسا سیاسی کلچر پیدا کرنا چاہتا ہے جس میں ریاست کے مقاصد اور افراد کی تمناؤں کے درمیان مکمل توازن قائم ہو۔ ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے اسلامی حکمرانی کے درج ذیل اصول بیان کرتا ہے:

سربراہ ریاست کا انتخاب لوگوں کی رائے سے عمل میں آنا چاہیے اور اسے اپنے تقویٰ اور علم کی معمولی صلاحیتوں کی وجہ سے ممتاز ہونا چاہیے۔ قرآن حکیم میں ارشاد خداوندی ہے:

> "اللہ کی نظر میں سب سے زیادہ قابل احترام وہ ہیں جو تقویٰ میں سب سے بڑھے ہوں۔"(49:13)

- ❖ ریاست کے تمام اداروں کو قانون کی سختی سے پابندی کرنی چاہیے اور قانون کی نظر میں تمام شہریوں کو برابر ہونا چاہیے۔
- ❖ شہریوں کے مابین رنگ، نسل، زبان، مقام سکونت، عقیدہ اور مرد و زن کی تخصیص کی بناء پر کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جانا چاہیے۔
- ❖ تمام شہریوں کے بنیادی معاشرتی، سیاسی اور مذہبی حقوق محفوظ ہونے چاہئیں۔ تمام شہریوں کو بلا امتیاز آزادی کی نعمتوں سے بہرہ مند ہونے کا موقع ملنا چاہیے۔
- ❖ سود پر پابندی ہونی چاہیے۔ دولت کی ذخیرہ اندوزی کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیے۔
- ❖ حکومت کو چاہیے کہ وہ زکوٰۃ، عشر، خمس اور صدقات وغیرہ جمع کرے اور مساکین اور اہل ضرورت تک پہنچائے۔
- ❖ ریاست کی یہ ذمہ داری ہونی چاہیے کہ وہ تمام شہریوں کو ضروریات زندگی کی فراہمی یقینی بنائے۔ بنیادی ضروریات زندگی میں خوراک، لباس، رہائش، صحت نیز بڑھاپے وغیرہ کے تحفظات شامل ہیں۔

National Book Foundation

- ایک اسلامی حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ سب کے ساتھ بلا امتیاز انصاف کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور تمام مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ہر حالت میں عدل سے کام لیں۔ قرآن حکیم میں اللہ کا ارشاد ہے:

> ''کسی قوم کی نفرت تمہیں اس بات پر مجبور نہ کردے کہ تم انصاف سے باز رہو۔ انصاف سے کام لو
> کہ یہی تقویٰ سے قریب تر ہے۔''(5:8)

- ایک اسلامی حکومت کو تمام برائیوں کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیے۔ مثلاً جھوٹ، عہد شکنی، غیبت، منافقت بہتان، اسراف اور بخل، حرص، رشوت، غصب، چوری، ڈاکہ، ناپ تول میں کمی بیشی، شراب نوشی، جواء، گھمنڈ، غرور اور منافقت، ریا وغیرہ
- ریاست کو خیر کے فروغ کے لیے ترغیب، تعلیم اور تبلیغ کے ذرائع استعمال کرنے چاہئیں۔ یتیموں، بیواؤں اور محتاجوں کی دیکھ بھال بیت المال سے کی جانی چاہیے۔ عصمت وعفت، عزتِ نفس، رحم اور انسانی ہمدردی، عفو ودر گزر، حسنِ معاملہ، تواضع، حسنِ کلام، نرمی، اخوت، اعتدال اور ہمدردی کی صفات شہریوں میں پیدا کرنا ایک اسلامی حکومت کے فرائض میں شامل ہیں۔
- اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ تمام شہریوں کو لازمی اور مفت تعلیم فراہم کرے اور اس تعلیم کا دائرہ بنیادی خواندگی سے لے کر علوم اسلامیہ، لسانیات اور سائنسی اور عمرانی علوم کی اعلیٰ ترین سطح کی تعلیم تک وسیع ہو۔
- اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ امن وامان کا ایک نہایت اعلیٰ معیار قائم کرے۔ مجرموں کو سخت ترین سزائیں دے۔ ایک اسلامی ریاست میں غیر مسلم شہریوں کے حقوق مسلمان شہریوں کے برابر اور بعض معاملات میں ان سے بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ (مثلاً وہ لازمی فوجی خدمت سے مستثنیٰ ہوتے ہیں)۔ غیر مسلموں کو اپنے کلچر، زبان، شخصی قانون، عبادت گاہوں اور مذہبی اداروں کے تحفظ کا حق ملنا چاہیے۔ کسی شخص کو کوئی ایسا ٹیکس ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جانا چاہیے جو کسی ایسے مذہب کی تبلیغ واشاعت کے لیے خرچ ہونے والا ہو جس پر وہ خود عمل نہیں کرتا۔
- ایک اسلامی ریاست محض امن وامان قائم رکھنے کے لیے وجود میں نہیں آتی۔ اس کا مقصد اس سے بلند تر ہے اور وہ مقصد اپنے شہریوں کی اخلاقی اور روحانی ترقی کے لیے کام کرنا ہے۔ ایک اسلامی حکومت اپنے شہریوں کو ایسی زندگی گزارنے کا ڈھنگ سکھاتی ہے جس کا انجام آخرت کی نجات ہو۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> ''وہ لوگ (مسلمان) ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں غلبہ اور حکومت عطا کریں تو وہ نماز قائم
> کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں اور بدی سے روکتے ہیں۔ بیشک تمام چیزوں کا انجام
> اور آخری فیصلہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔''(2:2:4)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظامِ حکومت

سید نا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اگست 634ء میں منصب خلافت پر فائز ہوئے اور دس سال حکومت کرنے کے بعد 644ء میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار تاریخِ انسانی کے عظیم ترین فاتحین اور حکمرانوں میں ہوتا ہے۔ ان کی سلطنت کا رقبہ 58 لاکھ مربع کلو میٹر تک تھا۔ (موجودہ پاکستان سے سات گنا بھی زیادہ) تاہم دنیا کے حکمرانوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا امتیاز ان کی سلطنت کی وسعت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس بے مثل نظم حکومت کی وجہ سے ہے جو انہوں نے اپنی مملکت میں قائم کیا اور پھر پوری دنیا میں اس کی پیروی کی گئی۔

رہنما اصول

1۔احساسِ ذمہ داری:۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ منصب حکومت مفادات کے حصول کا ذریعہ نہیں بلکہ ذمہ داری اور خدمت کا مقام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا نام اپنے جانشین کے طور پر تجویز کیا اور لوگوں نے اس کی توثیق کر دی تو حضرت عمرؓ نے اپنی تقریر میں فرمایا:

''اے لوگو! اگر مجھے حضرت ابو بکرؓ کی نافرمانی کا خوف نہ ہوتا تو میں کبھی تمہارا امیر اور حاکم بننا پسند نہ کرتا۔''

2۔جذبہ خدمت:۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکمرانی کے وہ اصول قائم کئے جن کے تحت حکمرانی کا منصب مملکت کے سب سے زیادہ خدمت گزار شخص کا منصب بن جاتا ہے۔ ایک مرتبہ جب سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المال کے بھاگے ہوئے اونٹ صحرا سے پکڑ کر لائے اور گرمی سے بے حال ہو گئے تو ایک صحابیؓ نے کہا کہ امیر المومنین یہ کام تو غلام بھی کر سکتا تھا، اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''مجھ سے بڑا غلام کون ہے''۔

3۔ کفالت:۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قائم کی ہوئی حکومت میں انسانی فلاح کا تصور اپنے عروج کو پہنچ گیا۔ ان کا یہ قول آج بھی زبان زدِ عام ہے کہ ''اگر دجلہ کے کنارے ایک کتا بھی بھوک سے مر گیا تو اس کا حساب بھی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لیا جائے گا۔ انہوں نے بیت المال سے یتیموں، بیواؤں اور محتاجوں کے وظائف مقرر کیے۔ بچے کے پیدا ہوتے ہی اس کے لیے دودھ کا وظیفہ بیت المال سے مقرر ہو جاتا تھا۔

4۔ مساوات:۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نظم حکومت کی سب سے نمایاں خصوصیت مساوات کا وہ اعلیٰ ترین خورد و نوش معیار تھا جو انہوں نے اسلامی ریاست کے شہریوں کے درمیان قائم کیا۔ مدینہ میں قحط پڑا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے جس جس کے پاس جو سامانِ خورد و نوش تھا اس کو بیت المال میں جمع کر لیا گیا۔ تمام لوگوں کا کھانا ایک جگہ پکتا اور اجتماعی دستر خوان پر کھایا جاتا۔ معذوروں اور خواتین کا کھانا ان کے گھروں میں بھیجا جاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

National Book Foundation

خود روغن اور گھی کے استعمال سے مکمل پرہیز کا فیصلہ کیا وہ سوکھ کر کانٹا ہو گئے اور ان کی جلد سیاہ پڑ گئی۔ خلیفہ اور ان کے گھر والوں کا حصہ اجتماعی کھانے میں سب کے بعد اور سب سے کم تھا۔ جب ان سے کہا گیا کہ وہ شہری بچوں کا روزینہ دیہاتی بچوں سے زیادہ کر دیں کیونکہ دیہاتی بچے سخت جان اور بھوک پیاس کے عادی ہوتے ہیں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ "یہ بلا آسمان سے سب پر برابر اتری ہے اور سب کو مل کر اس کا بوجھ برابر بانٹنا ہے"۔

آذربائیجان کے گورنر نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عمدہ حلوے کا ایک مرتبان بھیجا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو چکھا، پسند کیا اور پوچھا کیا وہاں سب لوگ یہی حلوہ کھاتے ہیں، جواب ملا کہ نہیں یہ تو امراء کی خوراک ہے۔ حضرت عمرؓ نے مرتبان وہیں بند کر کے واپس کر دیا اور فرمایا کہ جو چیز عام آدمی کی رسائی سے باہر ہو مسلمانوں کے امیر کا بھی اس پر کوئی حق نہیں۔

جب حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فسطاط کے نام سے ایک نئی فوجی چھاؤنی قائم کی تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ میں نے ایک گھر امیر المومنین کے لیے بھی بنوایا ہے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو ڈانٹ کر لکھا کہ حجاز میں رہنے والے ایک شخص کا مصر میں گھر کیا معنی؟ اس گھر کو کسی فلاحی خدمت کے لیے وقف کر دو۔

5۔احتساب:۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر لحہ اس بات کے لیے تیار رہتے کہ عام لوگ ان کا محاسبہ کر سکیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے یہ اصول اخذ کیا تھا کہ اگر مسلمانوں کا امیر یا اس کے اہل خانہ کسی جرم کا ارتکاب کریں تو ان کو اس کی دہری سزا دی جائے۔

انہوں نے اپنے بیٹے پر شراب نوشی کی دوہری حد نافذ کی۔ وہ اپنے گورنروں کا بھی سختی سے محاسبہ فرماتے تھے۔ ہر عہدے دار کو مقرر کرتے وقت اس کی جائیداد کی فہرست لے کر اس پر چار گواہوں سے دستخط ثبت کراتے۔ گورنر کا تقرر چار شرائط کے تحت عمل میں آتا تھا۔

1۔ ترکی گھوڑے پر (جو شان و شوکت کی علامت تھا) نہ بیٹھے گا۔

2۔ باریک (یعنی قیمتی) کپڑا نہ پہنے گا۔

3۔ چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا۔

4۔ دروازے پر دربان مقرر نہیں کرے گا۔

عام آدمی کسی بڑے عہدے دار کے خلاف شکایت کر سکتا تھا، جرم ثابت ہونے پر اسے سخت سزا دی جاتی اور اکثر معزول بھی کر دیا جاتا۔

6۔عدل اور قانون کی بالادستی:۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ایسا نظام عدل قائم کیا جو قانون کی بالادستی کے تمام تقاضوں کو بطریق احسن پورا کرتا تھا۔ قاضی کے منصب پر نہایت دیانت دار اور متقی لوگوں کو مقرر کیا جاتا تھا۔ ان کو بھاری تنخواہیں دی جاتی تھیں۔ قانون کی نظر میں سربراہ مملکت سے لے کر ادنیٰ شہری تک ہر ایک کو مساوی درجہ حاصل تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کو خود مدعی بن کر عدالت میں پیش ہونا پڑا۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے جو قاضی تھے خلیفہ ہونے کی وجہ سے آپ کی تعظیم

کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا''یہ تمہارا پہلا ظلم ہے''اور جا کر خود مدعاعلیہ کے پاس بیٹھ گئے۔ جب قاضی نے حضرت عمرؓ کے مرتبے کا احساس کرتے ہوئے ان سے قسم لینے میں تامل کیا تو اس تو حضرت عمرؓ نے فرمایا! جب تک تمہارے نزدیک ایک عام آدمی اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ برابر نہ ہوں تو تم جج کے منصب کے اہل نہیں ہو سکتے۔''

7۔آزادی اظہار:۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ تاثر عام ہے کہ وہ بہت سخت گیر انسان تھے۔ بلاشبہ وہ قانون کے نفاذ اور بیت المال کی حفاظت کے بارے میں بہت سخت گیر تھے۔ لیکن جہاں تک آزادی اظہار اور مشاورت کا تعلق رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی انسان ان سے زیادہ مشورہ کرنے والا نہیں تھا۔ جب مجمع عام میں ایک شخص نے ان کے کرتے کی لمبائی کے بارے میں یہ سوال اٹھایا تو ایک اور شخص نے اعتراض کرنے والے کو ٹوکنا چاہا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نہیں تو اس کو کہنے دو۔''اگر لوگ ہم پر تنقید نہ کریں تو وہ کسی کام کے نہیں اور اگر ہم ان کی بات نہ سنیں تو ہم کسی کے کام کے نہیں''۔

8۔جمہوریت:۔

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں ایک جمہوری ریاست کے بنیادی اصول قائم کر دیئے۔ انہی اصولوں کی بنیاد پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور حکومت میں ایک عالمگیر جمہوری ریاست کی عظیم الشان عمارت تعمیر ہوئی۔ یہ وہ ریاست تھی جس سے پوری دُنیا نے جمہوریت کا سبق سیکھا۔ فرانسیسی فلسفی روسو (Rousseaus) کی کتاب'' معاہدہ عمرانی''مغربی دُنیا میں جمہوریت کا نقش اول سمجھی جاتی ہے۔ روسو نے اپنی اس کتاب کا آغاز جس فقرے سے کیا اس میں واضح طور پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کی بازگشت سنائی دیتی ہے جو انھوں نے ایک گورنر کو تنبیہ کے طور پر لکھا تھا انسانوں کو ان کی ماؤں نے آزاد جنا تھا تم نے انھیں غلام کیسے بنالیا۔ روسو نے اپنی کتاب میں رسول اللہ ﷺ اور آنجناب کے خلفاء کو جمہوریت کا نقیب مانا ہے۔ ہندوستان کے عظیم رہنما مہاتما گاندھی ہمیشہ رام راجیہ (الٰہی حکومت) کی بات کرتے تھے جب ان سے کسی نے پوچھا کہ رام جیہ کیسی حکومت ہو گی تو انہوں نے کہا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت کو دیکھ لو رام جیہ کا نقشہ تمہاری سمجھ میں آجائے گا۔

9۔اقلیتوں کے حقوق:۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غیر مسلموں سے حسنِ سلوک ایک ایسا موضوع ہے جس پر کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ شام میں مسلمان ایک مسجد تعمیر کرنا چاہتے تھے ایک عیسائی کا مکان اس تعمیر میں حائل تھا۔ مسلمانوں نے اس سے کہا کہ وہ اسے فروخت کر دے اس نے انکار کر دیا مسلمانوں نے اسے زبردستی ڈھا دیا اور مسجد میں شامل کر دیا۔ حضرت عمرؓ کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے حکم دیا کہ مسجد کے اس حصے کو جس میں اس عیسائی کا مکان شامل کیا گیا ہے مسمار کیا جائے اس پر مکان تعمیر کر کے مالک کو دیا جائے۔ کہتے ہیں یہ مکان اب بھی عمرؓ کے عدل اور رواداری کی زندہ شہادت کے طور پر موجود ہے۔

نظم و نسق:۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلی بار ایسا نظم مملکت قائم کیا جو ایک ماڈل کی حیثیت رکھتا ہے اور آج بھی دنیا کی مہذب اور ترقی یافتہ ریاستوں میں جو کامیاب حکومتی ماڈل کام کر رہے ہیں ان کی بہت سی باتیں حضرت عمرؓ کے حکومتی ماڈل سے مستعار لی گئی ہیں۔

مردم شماری:۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مردم شماری کرانے والے پہلے حکمران تھے۔

ملکی تقسیم:۔

خلافتِ فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اسلامی مملکت کو آٹھ صوبوں میں تقسیم کیا۔

عمال یا گورنروں کا تقرر:۔

ہر صوبے میں ایک عامل مقرر کیا گیا، جو تمام لوگوں اور امیر المومنین کے سامنے جوابدہ ہوتا تھا۔

صاحب الخراج کا تقرر:۔

ہر صوبے میں مالگزاری اور حسابات کا ریکارڈ رکھنے کے لیے صاحب الخراج یعنی ٹیکس کلکٹر مقرر کئے گئے۔

صاحب الاحداث:۔

پولیس کا باقاعدہ محکمہ قائم کیا گیا پولیس کے اعلیٰ افسر کو صاحب الاحداث کا نام دیا گیا۔

کاتب:۔

ہر صوبے میں حکومتی امور کا ریکارڈ رکھنے کے لیے ایک کاتب مقرر کیا جاتا تھا جس کا مرتبہ موجودہ دور کے سیکرٹری کے برابر تھا۔

صاحب بیت المال:۔

بیت المال کا حساب کتاب رکھنے والا افسر یا وزیر خزانہ صاحب بیت المال کہلاتا تھا۔

قاضی:۔

ہر صوبے میں ایک چیف جسٹس مقرر کیا جاتا تھا جسے قاضی کہا جاتا تھا۔

دیوان (سیکرٹریٹ):۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوج کی تنخواہوں اور شہریوں نیز مجاہدین کے وظائف کا حساب رکھنے کے لیے ایک سیکرٹریٹ مقرر کیا جسے دیوان کا نام دیا گیا۔

فوج:۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نےایک باضابطہ فوج(Standig Army) قائم کی اوراس میں مختلف عہدے قائم کیے۔

فوجی چھاؤنیاں:۔

حضرت عمرؓ کے دور میں پہلی مرتبہ مستقل فوجی چھاؤنیاں قائم کی گئیں جن کو ''جند'' کہاجاتا تھا۔ان میں یہ قابل ذکر ہیں، فسطاط، بصرہ، کوفہ، دمشق، موصل، حمص،اردن، فلسطین اور مدینہ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ حکومت میں افتاء حدود وتعزیرات کے محکمے قائم کئے گئے تھے، محکمہ ڈاک اور ٹیکس قائم کئے گئے۔اہم مقامات پر مساجداور مدارس کی تعمیر کی گئی۔ نئی سڑکی بنائی گئیں۔

ڈیوولیوشن پلان اوراچھی حکمرانی

توقعات اوراہداف:۔

جیساکہ ہم پہلے مطالعہ کرچکے ہیں جنرل پرویز مشرف نے سن2001ءمیںDevolution of Power and Responsibility Planکے نام سے مقامی حکومت کاایک منصوبہ پیش کیاجس کی کامیابی کی صورت میں معاشرے میں انقلابی تبدیلیوں کی توقع کی جاسکتی ہے۔اس منصوبے کے درج ذیل اہداف بیان کئے گئے ہیں:

1۔ قوم کے اعتماد کو بحال کرنااور قوم میں حوصلہ مندی پیدا کرنا۔

2۔ وفاق کو مضبوط بنانا، صوبوں کے درمیان عدم توازن کو دور کرنا۔

3۔ سرمایہ کاروں کے اعتماد کو بحال کرنا۔

4۔ قانون کی عملداری بحال کرکے امن وامان قائم کرنااور فوری انصاف کی فراہمی کو یقینی بنانا۔

5۔ ریاست کے اداروں سے سیاست کاخاتمہ کرنا۔

6۔ حکومتی اختیار کوسب سے نچلی سطحGrass Root Levelتک پہنچانا۔

7۔ تیزرفتاراحتساب کویقینی بناناایسااحتساب جودیکھااور محسوس کیاجاسکے۔

اچھی حکمرانی کے راستے میں حائل رکاوٹیں

اچھی حکمرانی کابراہ راست تعلق اچھی شہرت سے ہے۔اچھی حکمرانی ایک مضبوط اور مستحکم سیاسی کلچر میں ہی جنم لیتی ہے۔اچھی حکمرانی کی راہ میں حائل بڑی رکاوٹیں درج ذیل ہیں:

1۔ بری شہریت(Bad Citizenship)

2۔ جہالت اور علم سے محرومی

3۔ غربت

4۔ جنگ اور تشدد کا کلچر

5۔ جبر پر مبنی سیاسی نظام

6۔ کرپشن اور بددیانتی پر مبنی معاشرتی نظام

7۔ احتساب کا نہ ہونا

کسی سیاسی کلچر کی خرابیوں کو دور کرنے کے لیے کوئی کرشماتی طریقہ موجود نہیں۔ یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ کسی بگڑے ہوئے سیاسی نظام کی اصلاح پلک جھپکنے میں ہو جائے۔ اچھی حکمرانی کا مسئلہ سادہ اور آسان نہیں بلکہ گنجلک اور پیچیدہ ہے، یہ بہت سے چھوٹے چھوٹے مسائل کا مجموعہ ہے۔ جہالت تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔ جہالت کا خاتمہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک تعلیم عام نہ ہو۔ لیکن ایک غریب معاشرہ اپنے شہریوں کو تعلیم کہاں سے دے گا، خود غربت ایک اتنا بڑا شر ہے جس کی کوکھ سے بے شمار شر جنم لیتے ہیں، اسی سے تشدد پیدا ہوتا ہے، اسی بیج سے کرپشن اور معاشرتی انتشار کی فصل اگتی ہے۔ غریب لوگ اپنے معمولی اور چھوٹے چھوٹے مفادات کے لیے خود غرض سیاستدانوں کے ہاتھوں میں کھلونا بن جاتے ہیں۔

ٹیکنالوجی کی ترقی کے نتیجے میں جنگ ایک بہت مہنگا سودا بن گئی ہے۔ دنیا کی امیر ترین قومیں بھی جدید جنگ کی قیمت ادا نہیں کر سکتیں۔ پاکستان اور بھارت جیسے غریب ملک تو کس شمار میں ہیں۔ جرمنی کا لیڈر اڈولف ہٹلر جسے دنیا کے بے رحم جنگجوؤں کی فہرست میں نمایاں ترین مقام حاصل ہے اور جو گذشتہ صدی میں دنیا کو ایک عالمگیر جنگ میں جھونکنے کا مجرم بھی بنا جنگ کو انسانی شرف کی علامت سمجھتا تھا وہ کہتا تھا۔ ”جسے زندہ رہنا ہے اسے لڑنا چاہیے جو لڑنا نہیں چاہتا اسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔“ لیکن دوسری جنگ عظیم کے بعد وہ بھی اس نتیجے پر پہنچا کہ :

”موجودہ دور کی جنگ میں فاتح کوئی نہیں ہوتا، کچھ لوگ فنا ہو جاتے ہیں اور کچھ باقی بچ جاتے ہیں۔“

جو قومیں اچھی حکمرانی کا خواب دیکھتی ہوں ان کی پہلی ترجیح یہ ہونی چاہیے کہ وہ جنگ کو خیر باد کہہ دیں۔ چاہے ایسا کرنے کے لیے انہیں اپنے بعض جائز حقوق سے دستبردار ہی کیوں نہ ہونا پڑے۔ رسول اللہ ﷺ نے صلح حدیبیہ میں یہی کیا تھا۔ چین اور جاپان نے اسی اصول کو اپنا کر دور جدید میں اچھی حکمرانی قائم کی ہے اور اقتصادی ترقی کے شاندار کارنامے انجام دیئے ہیں۔

مشق

1۔ خالی جگہ ایسے الفاظ سے پُر کیجیے کہ بیان بامعنی ہو جائے۔

1۔ پاکستان میں کل ____________ حکومتیں کام کرتی ہیں۔

2۔ ____________ نے کہا کہ رام راجیہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حکومت جیسی ہو گی۔

3۔ فرانسیسی فلسفی ______________ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفاء کے نظام حکومت سے بہت متاثر تھا۔

4۔ ضلعی حکومت کا نیا نظام ______________ درجات پر مشتمل ہے۔

5۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ 634ء سے ______________ تک بر سر اقتدار رہے۔

2۔ ہر سوال کے آگے قوسین میں دیئے گئے تین جوابات میں سے مناسب ترین جواب کا انتخاب کر کے خالی جگہ پر کیجیے۔

1۔ قومی اسمبلی کا انتخاب ______________ سال کے لیے عمل میں آتا ہے۔ (4،5،6)

2۔ سینیٹ کے امیدوار کے لیے عمر کی کم از کم حد ______________ سال ہے۔ (25،30،35)

3۔ سینیٹ اور قومی اسمبلی کو مجموعی طور پر ______________ کہا جاتا ہے۔ (پارلیمنٹ، سپریم کورٹ، انتظامیہ)

4۔ وزیر اعظم اپنی کابینہ کے کم از کم ______________ وزیر سینیٹ سے لینے کا پابند ہے۔ (ایک تہائی۔ ایک چوتھائی، نصف)

5۔ یونین کونسل کے ارکان کی کل تعداد ______________ مقرر کی گئی ہے۔ (21،15،25)

3۔ ص (صحیح) یا غ (غلط) کے اوپر دائرہ لگا کر درست جواب کی نشاندہی کیجیے۔

1۔ پاکستان کی موجودہ انتظامی ڈھانچے کی بنیاد 1973ء کے آئین پر رکھی گئی ہے۔ ص غ

2۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دس سال حکومت کی۔ ص غ

3۔ حضرت عمرؓ نے غیر مسلموں کو اپنی مملکت سے باہر نکال دیا۔ ص غ

4۔ قانون کے ڈرافٹ کو مسودہ قانون یا بل کہا جاتا ہے۔ ص غ

5۔ سینیٹ کے اجلاس کی صدارت کرنے والے عہدے دار کو سپیکر کہا جاتا ہے۔ ص غ

4۔ کالم الف کے اندراجات کو کالم ب سے لائن کے ذریعے اس طرح ملائیے کہ دونوں کا تعلق واضح ہو جائے۔

کالم الف	کالم ب
پارلیمنٹ	12 اکتوبر 2001ء
تحصیل انتظامیہ	45 سال
صدر	دو ایوان
ڈیولیشن پلان	5 فیصد اقلیتی ارکان
ضلع کونسل	TMO

National Book Foundation

5۔ **ہر سوال کا جواب دو سے پانچ سطور میں لکھیے۔**

1۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کن علاقوں پر مشتمل ہے؟

2۔ وفاقی قانون سازی کی فہرست میں کونسے معاملات شامل ہیں؟

3۔ امور متصلہ کی فہرست میں کونسے اہم معاملات شامل ہیں؟

4۔ وفاقی عدلیہ (سپریم کورٹ) پر مختصر نوٹ لکھیے۔

5۔ ڈیوولیوشن پروگرام کب اور کیوں متعارف کرایا گیا۔

6۔ اچھی حکمرانی کی راہ میں حائل پانچ اہم رکاوٹوں کی فہرست بنائیے۔

7۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نظام حکومت میں احتساب کی کیا کیفیت تھی؟

8۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حکومت میں کفالت کا کیا معیار تھا؟

9۔ ضلعی حکومت کے نظام کے چار درجات بیان کیجیے۔

10۔ سٹیزن کمیونٹی بورڈ سے کیا مراد ہے؟

6۔ **مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھیے۔**

1۔ پاکستان کی وفاقی مقننہ کی ساخت اور اس کے وظائف بیان کیجیے۔ (قومی اسمبلی اور سینیٹ کے ساخت الگ بیان کرنے کی ضرورت نہیں)

2۔ پاکستان کی قومی اسمبلی اور سینٹ پر تفصیلی نوٹ تحریر کریں۔

3۔ 1973ء کے آئین کے تحت پاکستان کی وفاقی انتظامیہ کی ساخت اور ظائف بیان کیجیے۔

4۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نظامِ حکومت پر تفصیلی نوٹ تحریر کریں۔

5۔ اچھی حکمرانی کے راستے میں کون سی رکاوٹیں حائل ہیں اور انھیں کیسے دُور کیا جاسکتا ہے۔

6۔ نئے ضلعی نظام کے تحت یونین کونسل کی ساخت اور اختیارات وظائف پر روشنی ڈالیے۔

7۔ سٹی ڈسٹرکٹ، ضلعی پولیس اور ضلعی عدالتی نظام کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

8۔ اچھی حکمرانی کے اسلامی تصور پر مضمون لکھیے۔

National Book Foundation